سوال

(120)خطبہ جمعہ میں اردو فارسی میں وعظ و نصیحت کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

1۔ خطبہ شرع شریف میں کس کو کہتے ہیں؟

2۔ خطبہ سے کیا مقصود ہے؟

3۔ خطبہ میں وعظ وتذکیر فارسی یا اردو میں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

4۔ ائمہ مجتہدین مشہورین میں سے کسی سے اس امر کا جواز منقول ہے یا نہیں؟

5۔ کتاب ''بدور الاہلۃ'' مولفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کے صفحہ (۷۳) میں جو یہ عبارت ''رسم مستمر اسلام از زمن نبوت تا ایندم خواندن خطبہ است بعبارت عربی گو در بلاد عجم باش وہرچند دلیلے مانع از غیر ایں لسان مبین مباش''[12]واقع ہے، اس عبارت سے اس امر پر ''کہ خطبہ میں وعظ وتذکیر فارسی یا اردو میں ممنوع ہے'' استدلال صحیح ہے یا نہیں؟

ذیل کی حدیث سے جو دو سندوں سے مروی ہے، امر مذکورہ پر استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ حدیث مذکور پہلی سند سے یہ ہے :

روی السلفی من حدیث سعید بن علاء البرذعی حدثنا إسحاق بن إبراهیم البلخی حدثنا عمر بن هارون البلخی حدثنا أسامة بن زید عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ((من یحسن أن یتکلم بالعربیة فلا یتکلم بالعجمیة، فإنه یورث النفاق)) اھ۔

[سلفی نے سعید بن علاء البرذعی کی حدیث سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں اسحاق بن ابراہیم بلخی نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں عمر بن ہارون بلخی نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں اسامہ بن زید نے بیان کیا، انھوں نے نافع سے روایت کیا، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عربی زبان میں اچھی گفتگو کر سکتا ہو، وہ عجمی زبان میں گفتگو نہ کرے، بلاشبہ ایسا کرنا نفاق پیدا کرتا ہے]

حدیث مذکور دوسری سند سے یہ ہے :

روی السلفی أیضاً بإسناد آخر معروف إلی أبي سھل محمود بن عمر العکبري حدثنا محمد بن الحسن بن محمد المقرئ حدثنا محمد بن خلیل ببلخ حدثنا إسحاق بن إبراهیم الجریري حدثنا عمر بن هارون عن أسامة بن زید عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ((من کان یحسن أن یتکلم بالعربیة فلا یتکلم بالفارسیة، فإنه یورث النفاق))

[سلفی ہی نے ایک دوسری معروف سند کے ساتھ ابو سہل محمود بن عمر العکبری تک روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن حسن بن محمد المقری نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن خلیل نے بلخ میں بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں اسحاق بن ابراہیم الجریری نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں عمر بن ہارون نے بیان کیا، انھوں نے اسامہ بن زید

سے روایت کیا، انھوں نے نافع سے اورنافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عربی زبان میں اچھی گفتگو کرلیتا ہو تو وہ فارسی میں گفتگو نہ کرے، یقینا ایسا کرنا نفاق پیدا کرتا ہے]

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

1۔ خطبہ شرع شریف میں اس کلام کا نام ہے جو ذکر اللہ اور تشہد (شہادتین) اور درود اور وعظ پر مشتمل ہو۔ مشکوۃ شریف (ص: ۱۱۵ مطبوعہ انصاری دہلی) کے حاشیہ میں ہے: ''الخطبة في الشرع عبارة عن کلام، یشتمل علی الذکر والتشهد والصلاة والوعظ'' اھ۔ [شرع میں خطبے سے مراد ایسا کلام ہے جو ذکر، تشہد (شہادتین) درود اور وعظ پر مشتمل ہو] اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ''أشعة اللمعات شرح مشکوۃ'' میں فرماتے ہیں: ''خطبہ در عرفِ شرع عبارت است از کلام مشتمل بر ذکر و تشہد و صلاۃ و وعظ'' اھ [عرفِ شرع میں خطبہ اس کلام کا نام ہے جو ذکر، تشہد (شہادتین) درود اور وعظ پر مشتمل ہو]

2۔ خطبہ سے بالذات صرف وعظ وتذکیر مقصود ہے وبس۔ سورت جمعہ میں ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ اھ۔ الجمعة: ٩]

[اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو]

اس آیت شریفہ میں ذکر اللہ سے وعظ وتذکیر مراد ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا کان یوم الجمعة وقفت الملائکة علیٰ باب المسجد یکتبون الأول فالأول، ومثل المهجر کمثل الذي یهدي بدنة، ثم کالذي یهدي بقرة، ثم کبشا، ثم دجاجة، ثم بیضة، فإذا خرج الإمام طووا صحفهم، ویستمعون الذکر)) [1] (رواہ البخاري)

[جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنے والوں کو ترتیب وار لکھتے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے آنے والا اس شخص کی طرح (اجر و ثواب پاتا) ہے، جو اونٹ کی قربانی کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس شخص کی طرح جو گائے کی قربانی کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد والا بھیڑ کی قربانی کرنے والے کی طرح۔ پھر مرغی اور پھر اس کے بعد آنے والا ایسے ہے جیسے کوئی انڈہ صدقہ کرے۔ جب امام (منبر پر) آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور غور سے خطبہ سنتے ہیں]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (۱/ ۸۰ چھاپہ دہلی) میں فرماتے ہیں: ''والمراد به (أي بالذکر) ما في الخطبة من المواعظ وغیرها'' اھ۔ [ذکر سے مراد وہ وعظ و نصیحت ہے جو خطبے میں ہوتے ہیں] صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قال: جاء رجل والنبي صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس یوم الجمعة، فقال: ((أصلیت یا فلان؟)) فقال: لا، قال: ((قم فارکع)) [2]

[بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی اس وقت آیا، جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پوچھا: اے فلاں! کیا تو نے نماز ادا کی؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اور نماز ادا کرو]

فتح الباری (۱/۵۰۱) میں ہے:

''وفی ھذا الحدیث من الفوائد أن للخطیب أن یأمر فی خطبتہ وینھیٰ ویبین الأحکام المحتاج إلیھا''

[اس حدیث میں چند فوائد ہیں: خطیب اپنے خطبے میں امر و نہی کرے اور وہ احکام بیان کرے جن کی ضرورت ہے]

صحیح مسلم (۱/۲۸۳) میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''قال: کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان، یجلس بینھما، یقرأ القرآن ویذکر الناس''[3]

[بیان کرتے ہیں کہ نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ارشاد فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے]

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''فیہ دلیل للشافعی فی أنہ یشترط فی الخطبۃ الوعظ والقراءۃ، قال الشافعی: لا تصح الخطبتان إلا بحمد اللہ تعالی والصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فیھما والوعظ''[4]اھ۔

[اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ دلیل ہے کہ خطبہ جمعہ میں وعظ و نصیحت اور تلاوتِ قرآن کرنا شرط ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں خطبے اس وقت ہی درست ہوتے ہیں، جب ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی جائے]

شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۳/۱۴۵) میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''استدل بہ علیٰ مشروعیۃ القراءۃ والوعظ فی الخطبۃ، وقد ذھب الشافعی إلی وجوب الوعظ وقراءۃ آیۃ''[5]اھ۔

[اس سے خطبے میں قراءتِ قرآن اور وعظ و نصیحت کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تو اس بات کی طرف گئے ہیں کہ خطبے میں وعظ کرنا اور آیت کی تلاوت کرنا واجب ہے]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ''أشعۃ اللمعات'' میں اس حدیث کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

''بود مر آنحضرت را دو خطبہ کہ می نشست میان ہر دو خطبہ می خواند قرآن را در خطبہا و پند می داد مردان را و یاد می داد آخرت را و احوال آنجہان را از ثواب و عقاب'' اھ

[آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے، ان دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے، دونوں خطبوں میں قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے تھے، لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے، آخرت کی یاد دلاتے تھے اور آخرت کے ثواب و عذاب کے احوال ذکر فرماتے تھے]

سنن ابی داود (۱/۱۵۹ مطبوعہ نولکشور) میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یطیل الموعظۃ یوم الجمعۃ إنما ھن کلمات یسیرات''[1]

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز لمبا وعظ نہ فرمایا کرتے تھے، بلکہ چند مختصر سے کلمات ہوا کرتے تھے]

شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۱۴۵/۳) میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :

''فیه أن الوعظ فی الخطبة مشروع''[2]اھ۔

[اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ خطبۂ جمعہ میں وعظ کرنا مشروع ہے]

صحیح مسلم (۲۸۶/۱) میں ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

''قالت: ما أخذت ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ١ إلا عن لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقرأها كل يوم جمعة على المنبر إذا خطب الناس''[3]

[ام ہشام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سورت ق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن سن کر یاد کی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعے کو جب منبر پر لوگوں سے خطاب فرماتے تو اسے پڑھا کرتے تھے]

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :

''قال العلماء: سبب اختيار ق أنها مشتملة على البعث والموت والمواعظ الشديدة والزواجر الأكيدة''[4]اھ۔

[علما رحمھم اللہ کا کہنا ہے کہ خطبۂ جمعہ میں سورت ق کی تلاوت کو اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ یہ سورت موت، اس کے بعد اٹھائے جانے، مواعظِ شدیدہ اور زواجرِ اکیدہ پر مشتمل ہے]

مشکوۃ شریف صفحہ (۱۱۰) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مذکور ہے :

''قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يخرج يوم الفطر والأضحىٰ إلى المصلى، فأول شيء يبدأ به الصلاة، ثم ينصرف فيقوم مقابل الناس والناس جلوس علىٰ صفوفهم فيعظهم ويوصيهم ويأمرهم''[5]الحدیث (متفق علیہ)

[(راوی) بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحی کے دن عید گاہ کی طرف نکلتے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نماز پڑھاتے ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ، درآنحالیکہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وعظ فرماتے ، ان کو وصیت کرتے اور ان کو (نیکی وغیرہ کا) حکم دیتے]

صفحہ (۱۱۸) میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس طرح مذکور ہے :

''قال: شهدت الصلاة مع النبي صلى الله عليه وسلم في يوم عيد فبدأ بالصلاة قبل الخطبة بغير أذان ولا إقامة، فلما قضى الصلاة، قام متكئا علىٰ بلال، فحمد الله وأثنى عليه، ووعظ الناس، وذكرهم، وحثهم على طاعته، ومضىٰ إلى النساء، ومعه بلال، فأمرهن بتقوى الله، ووعظهن وذكرهن''[6](رواہ النسائی)

[(راوی) بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے روز نمازِ عید میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اذان اور اقامت کے خطبے سے پہلے نمازِ عید پڑھائی ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو بلال رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی ۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی) اطاعت کی تلقین فرمائی ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف سے ہو کر عورتوں کی طرف گئے ۔ بلال رضی اللہ عنہ بدستور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (عورتوں) کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا اور انھیں وعظ و نصیحت فرمائی]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ''زاد المعاد'' (۲۱/۱ اچھا پہ نظامی) میں فرماتے ہیں : ''وكان (صلى الله عليه وسلم) يعلم أصحابه في خطبته قواعد الإسلام وشرائعه'' اھ۔ [آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

خطبے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام کے قواعد و شرائع کی تعلیم دیتے تھے] جلد (۱) صفحہ (۱۱۱) میں خصائصِ جمعہ کے بیان میں فرماتے ہیں :

''الثانیة والعشرون : أن فیه الخطبة التی یقصد بها الثناء علی اللّٰہ ، وتمجیدہ ، والشهادة له بالوحدانیة ، ولرسوله صلی اللہ علیه وسلم بالرسالة ، وتذکیر العباد بأیامه ، وتحذیرهم من بأسه ونقمته ، ووصیتهم بما یقربهم إلیه وإلی جنانه ، ونهیهم عما یقربهم إلی سخطه ، وناره ، فهذا هو مقصود الخطبة والاجتماع لها'' اهـ۔

[اکیسویں خصوصیت : خطبے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کرنا ، اس کی بزرگی بیان کرنا ، اس کی وحدانیت کی گواہی دینا ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ، اس کے بندوں کو اس کے ایام کے ساتھ نصیحت کرنا ، ان کو اللہ تعالیٰ کی سزا اور عذاب سے ڈرانا ، ان کو ایسی وصیت کرنا ، جو ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنتوں کے قریب کر دے ، ان کو ایسے عمل سے منع کرنا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کی آگ کے قریب کر دے ، چنانچہ یہی چیزیں خطبے کا مقصود ہیں اور اس پر اجماع ہے]

فتح القدیر شرح ہدایہ (۱/۲۶ چھاپہ نولکشور) میں ہے :

''یحمد فی الأولیٰ ، ویتشهد ، ویصلی علیه صلی اللہ علیه وسلم ، ویعظ الناس''

[(خطیب) پہلے خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے ، تشہد (شہادتین) پڑھے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے]

صفحہ (۲۶۱) میں ہے : ''قوله : لحصول المقصود ، وهو الذکر والموعظة'' [اس کے قول ''مقصود کے حصول کے لیے'' سے مقصود وعظ و نصیحت ہے] ''ردالمحتار'' (۱/۵۴۴ چھاپہ دہلی) میں ہے :

''قوله : ویبدأ أي قبل الخطبة الأولیٰ بالتعوذ سرا ، ثم بحمد اللہ تعالیٰ والثناء علیه ، والشهادتین ، والصلاة علی النبی صلی اللہ علیه وسلم والعظة والتذکیر والقراءة'' اهـ۔

[اس کا یہ قول کہ وہ ابتدا کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ (خطیب) پہلے خطبے سے پہلے سری طور پر تعوذ پڑھے ، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے ، پھر شہادتین (''أشهد أن لا إله إلا اللّٰہ ، وأشهد أن محمداً رسول اللّٰہ'') پڑھے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ، وعظ و نصیحت کرے اور (قرآن مجید کی) قراءت کرے]

جامع الرموز شرح مختصر الوقایہ (۱/۱۸ چھاپہ محمدی دہلی) میں ہے : ''فیبدأ بالتعوذ سرا ، ثم یحمد اللّٰہ ، ثم یأتی بالشهادتین ، ثم یصلی علیه صلی اللہ علیه وسلم ثم یعظ الناس'' اهـ۔

[پس وہ سری طور پر تعوذ پڑھنے کے ساتھ خطبے کا آغاز کرے ، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے ، پھر شہادتین پڑھے ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ، پھر لوگوں کو وعظ کرے]

''برجندی شرح مختصر الوقایة'' (۱/۱۰ چھاپہ نولکشور) میں ہے :

''ویخطب خطبتین ، یحمد فی الأولیٰ ، ویتشهد ویصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ویعظ الناس'' اهـ۔

[وہ (خطیب) دو خطبے دے۔ پہلے خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور کلمہ شہادت (''أشهد أن لا إله إلا اللّٰہ ، وأشهد أن محمداً رسول اللّٰہ'') پڑھے ، نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور لوگوں کو وعظ کرے]

اسی صفحے میں ہے :

''وفی شرح الطحاوي رحمه اللہ السنة فی الخطبة أن یحمد اللّٰہ ، ویثنی علیه ، ویعظ الناس'' اهـ۔

[شرح طحاوی میں ہے : خطبے میں سنت یہ ہے کہ (خطیب) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے ، لوگوں کو وعظ کرے ، (قرآن مجید کی) قراءت کرے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے]

فتاویٰ قاضی خان (۱/۸۸چھاپہ نولکشور) میں ہے :

''قال بعضهم : مادام الخطيب فى حمد الله تعالىٰ والثناء عليه والوعظ للناس فعليهم الاستماع والإنصات'' اھ۔

[ان (فقہا) میں سے بعض کا کہنا ہے کہ جب تک خطیب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا رہے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا رہے تو لوگوں پر خاموشی کے ساتھ اسے سننا واجب ہے]

فتاویٰ سراجیہ بر حاشیہ فتاویٰ قاضی خان (۳/۰۳ اچھاپہ نولکشور) میں ہے : ''لو خطب بالفارسية يجوز'' اھ۔ [اگر وہ (خطیب) فارسی میں خطبہ دے تو جائز ہے] ''سفر السعادة'' اور اس کی شرح (ص : ۲٦۷ مطبوعہ کلکتہ) میں ہے :

''و در خطبہ قواعدِ اسلام را بیان فرمودے و مہماتِ دین را تعلیم کردے و بذکر موت و تزہید در دنیا و ترغیب در آخرت تذکیر نمودے'' اھ

[(خطیب) خطبہ (جمعہ) میں قواعدِ اسلام کو بیان کرے ، دین کی اہم باتوں کی تعلیم دے اور موت کا ذکر کر کے ، دنیا کی بے رغبتی پیدا کر کے اور آخرت کی ترغیب دے کر لوگوں کو نصیحت فرمائے]

صفحہ (۲٦۰) میں خصائصِ جمعہ کے بیان میں ہے :

''خاصیت سی و دویم اختصاص ایں روز است باجتماع مومناں برائے وعظ و تذکیر یعنی بطریق وجوب'' اھ

[بتیسویں خصوصیت : اس روزِ (جمعہ) کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس دن مومنوں کو اکٹھا کیا جائے اور بطریقِ وجوب ان کو وعظ و نصیحت کی جائے]

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ ''دلیل الطالب'' (ص : ۳۷۴و۳۷۵) میں فرماتے ہیں :

''اعلم أن الخطبة المشروعة هي ما كان يعتاده صلى الله عليه وسلم من ترغيب الناس وترهيبهم ، فهذا فى الحقيقة هو روح الخطبة الذي لأجله شرعت ، وأما اشتراط الحمد والصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم أو قراءة شيء من القرآن فجميعه خارج عن معظم المقصود من شرعية الخطبة ، واتفاق مثل ذلك فى خطبته صلى الله عليه وسلم لا يدل على أنه مقصود متحتم ، وشرط لازم ، ولا يشك منصف أن معظم المقصود هو الوعظ دون ما يقع فيها من الحمد والصلاة عليه صلى الله عليه وسلم ، وقد كان عرف العرب المستمر أن أحدهم إذا أراد أن يقوم مقاما ، ويقول مقالا ، شرع بالثناء على الله وعلى رسوله صلى الله عليه وسلم ، وما أحسن هذا وأولاه ، ولكن ليس هو المقصود ، بل المقصود ما بعده ، وإذا تقرر هذا عرفت أن الوعظ فى خطبة الجمعة هو الذي يساق إليه الحديث ، فإذا فعله الخطيب فقد فعل الأمر المشروع إلا أنه إذا قدم الثناء على الله وعلى رسوله صلى الله عليه وسلم أو استطرد فى وعظه القوارع القرآنية كان أتم وأحسن'' اھ۔

[آگاہ رہو! مشروع خطبہ وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول ارشاد فرماتے ، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب و ترہیب کرتے ۔ پس فی الحقیقت خطبے کی روح یہی ہے ، جس کے لیے اسے مشروع قرار دیا گیا ہے ۔ رہا خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا یا قرآن مجید کے کچھ حصے کی تلاوت کرنا تو یہ سب چیزیں شرعیتِ خطبہ کے معظمِ مقصود سے خارج ہیں ۔ اس طرح کی چیزوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے میں پایا جانا ، اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ خطبے کا حتمی مقصود اور شرطِ لازم ہے ۔ انصاف پسند شخص کسی شک میں مبتلا نہیں ہوتا کہ خطبے کا سب سے بڑا مقصود وعظ و نصیحت ہے نہ کہ وہ حمد و صلات جو خطبے کی ابتدا میں ہوتے ہیں ۔ عربوں کے ہاں یہ معروف طریقہ تھا کہ ان میں سے جب کوئی کسی جگہ کھڑے ہو کر کچھ کہنا چاہتا تو وہ اپنی گفتگو کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے ساتھ کرتا ، یہ طریقہ کس قدر احسن اور اولیٰ ہے ، لیکن اگر کوئی کہنے والا کہے کہ کسی محفل میں جو شخص خطیب بن کر کھڑا ہوا ، اس کو اس پر اُبھارنے والی صرف یہ چیز ہے کہ وہ حمد و صلات بیان کرے تو اس کی یہ

بات مقبول نہیں ہوگی، بلکہ ہر طبعِ سلیم ناگوار جانتے ہوئے اس کا رد کرے گی۔ جب یہ ثابت ہوچکا تو تمھیں یہ معلوم ہوجائے گا کہ خطبہ جمعہ میں وعظ ہی وہ چیز ہے، جس کے لیے بات کو لایا جاتا ہے، لہٰذا جب خطیب یہ کام کرے گا تو وہ مشروع کام کا کرنے والا شمار ہوگا۔ ہاں جب وہ اپنے خطبے کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے گا اور کچھ قرآنی آیات کی تلاوت کرے گا تو اس کا خطبہ مکمل اور احسن ہوگا]

''بدور الأہلۃ'' (ص:۷۶) میں فرماتے ہیں: ''وخطبہ مجرد موعظت است کہ بدان عباد اللہ را انذار کنند'' اھ [خطبہ (جمعہ) تو محض وعظ و نصیحت کا نام ہے، جس کے ذریعے سے اللہ کے بندوں کو خبردار کیا جائے] نیز اسی صفحہ میں ہے:

''وخطبہ نبوی مشتمل بر حمد و صلاۃ مے بود و ایں اشتمال استفتاح خطبہ مقصود و مقدمہ از مقدماتش باشد و مقصود بالذات وعظ و تذکیر است نہ حمد و صلاۃ۔ حاصل آنکہ روح خطبہ موعظہ حسنہ است از قرآن باشد یا غیر آن''

[نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حمد و صلات پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ حمد و صلات مقصودِ خطبہ کا آغاز اور اس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہے۔ خطبے کا مقصود بالذات وعظ و نصیحت ہے نہ کہ حمد و صلات۔ الحاصل خطبے کی روح ایک اچھا اور عمدہ وعظ ہے، خواہ وہ قرآن سے ہو یا غیرِ قرآن سے]

''النہج المقبول من شرائع الرسول'' (ص:۲۸) میں ہے: ''خطبہ مجرد وعظ است'' اھ [خطبہ تو صرف وعظ کا نام ہے] ''عرف الجادي من جنان ہدي الہادي'' (ص:۴۳) میں ہے: ''ومعظم مقصودِ خطبہ وعظ است بہ ترغیب و ترہیب'' [خطبے کا سب سے بڑا مقصود ترغیب و ترہیب کے ساتھ وعظ و نصیحت ہے]

3۔ خطبہ میں وعظ و تذکیر فارسی یا اردو زبان میں شرعاً جائز ہے اور اردو یا فارسی کی کچھ خصوصیت نہیں، ہر زبان میں، جس میں سامعین سمجھ سکیں، جائز ہے، کیونکہ جب خطبے سے اصلی مقصود اور خطبے کی روح صرف وعظ و تذکیر ہے کہ سوال نمبر 1 کے جواب سے معلوم ہوچکا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی کلام پر وعظ و تذکیر کا اطلاق اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ وہ کلام اسی زبان میں ہو، جس کو سامعین سمجھ سکیں اور اگر وہ کلام غیر زبان میں ہو، جس کو سامعین نہ سمجھ سکیں تو اس پر وعظ و تذکیر کے معنی ہرگز ہرگز صادق نہ آئیں گے اور اس صورت میں وہ چیز جو روحِ خطبہ ہے، بالضرور فوت ہوجائے گی اور وہ خطبہ مثل قالب بے جان کے ہوجائے گا، جس پر اطلاق خطبہ حقیقتاً ہرگز صحیح نہ ہوسکے گا۔

4۔ ائمہ مجتہدین مشہورین میں سے ایک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، جن کا یہ مذہب ہے کہ خطبہ عربی زبان میں شرط نہیں ہے، بلکہ باوجود قدرت کے بھی خطبہ غیر عربی زبان میں، کوئی زبان ہو، جائز ہے۔ ''رد المحتار'' (ص:۵۴۳) میں ہے:

''لم یقید الخطبۃ بکونہا عربیۃ اکتفاء بما قدمہ في باب صفۃ الصلاۃ من أنہا غیر شرط، ولو مع القدرۃ علی العربیۃ عندہ'' اھ۔

[انھوں نے یہ قید نہیں لگائی کہ خطبہ (جمعہ) عربی زبان ہی میں ہو۔ اس پر اکتفا کرتے ہوئے جو انھوں نے ''باب صفۃ الصلاۃ'' میں ذکر کیا ہے کہ خطبے کا عربی میں ہونا شرط نہیں ہے، اگرچہ وہ (خطیب) عربی زبان میں خطبہ دینے کی قدرت رکھتا ہو]

5۔ ''بدور الأہلۃ'' کی عبارت منقولہ استفتا سے استدلال اس امر پر کہ خطبے میں وعظ و تذکیر فارسی یا اُردو میں ممنوع ہے، صحیح نہیں، اس لیے کہ عبارت مذکورہ میں جو ایک نہایت ہی عام دعویٰ کیا گیا ہے، اس سے قطع نظر کہ اس دعویٰ کا کیا ثبوت ہے اور ایسے عام دعوے کا احاطہ عملی کیونکر حاصل ہوا اور اس سے قطع نظر کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا منقولہ بالا فتویٰ اس دعوے کے عموم کا ناقض ہے، خود اسی عبارت منقولہ میں یہ بھی موجود ہے کہ ''ہرچند دلیلے مانع از غیر ایں لسان مبین مباش'' بھلا جب کوئی دلیل غیر عربی زبان میں خطبہ پڑھنے سے موجود نہ ہو تو غیر عربی زبان میں خطبہ پڑھنا ممنوع کیونکر ثابت ہوگا؟ کیونکہ ممنوعیت (یعنی حرمت یا کراہت) حکم شرعی ہے اور یہ جب حکم شرعی ہے اور اس کے حکم شرعی ہونے سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا اور ہر حکم شرعی کے ثبوت کے لیے کوئی نہ کوئی دلیل شرعی ضرور ہونی چاہیے تو اس ممنوعیت کے ثبوت کے لیے بھی کوئی دلیل شرعی کیوں ضروری نہ ہوگی اور جب کوئی دلیل موجود نہ ہو تو ممنوعیت کے ثبوت کی کیا صورت ہے؟

خطبے میں وعظ وتذکیر فارسی یا اردو میں ناجائز ہونے پر حدیث مذکور سے استدلال بوجوہ صحیح نہیں ہے :

اولاً : (اس امر کے تسلیم کے بعد کہ سلفی نے حدیث مذکور کو ان دو سندوں سے روایت کیا ہے) حدیث مذکور کی پہلی سند میں ایک راوی ''عمر بن ہارون بلخی'' ہے ، جو ثقہ نہیں ہے ۔ ائمہ حدیث نے اس پر متعدد وجوہ سے سخت جرحیں کی ہیں ۔ عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل اور نسائی نے اس کو متروک الحدیث اور یحییٰ نے کذاب خبیث اور ابو داود نے غیر ثقہ اور علی اور دار قطنی نے نہایت ضعیف اور صالح جزرہ نے کذاب اور ابو علی نیشاپوری نے متروک کہا ہے اور ابنِ حبان نے یہ کہا ہے کہ وہ ثقات سے معضلات روایت کیا کرتا ہے ۔

علامہ ذہبی ''میزان الاعتدال'' (۲/۲۴۵) میں فرماتے ہیں :

''قال ابن مهدي وأحمد والنسائیٔ : متروک الحدیث ، وقال یحییٰ : کذاب خبیث ، وقال أبو داود : غیر ثقة ، وقال علي والدارقطني : ضعیف جدا ، وقال صالح جزرة : کذاب ، وقال أبو علي النیسابوري : متروک ، وقال ابن حبان : یروي عن الثقات المعضلات'' [7] اھ ۔

[ابن مہدی ، احمد اور نسائی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے ۔ یحییٰ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ کذاب اور خبیث ہے ۔ ابو داود رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ غیر ثقہ ہے ۔ علی اور دار قطنی رحمہما اللہ نے کہا کہ وہ بہت زیادہ ضعیف ہے ۔ صالح جزرہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ کذاب ہے ۔ ابو علی نیسا بوری رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ابنِ حبان رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ثقہ راویوں سے معضل روایات بیان کرتا ہے]

ثانیاً : حدیث مذکور کی دوسری سند میں ایک راوی ''محمد بن الحسن بن محمد المقریٔ'' ہے ، جو حدیث کی روایت میں جھوٹ بھی بولا کرتا تھا ۔

علامہ ذہبی ''میزان الاعتدال'' (۲/۳٦٧) میں فرماتے ہیں :

''محمد بن الحسن بن محمد بن زیاد الموصلي ثم البغدادي ، أبو بکر النقاش ، المقریٔ المفسر ، قال طلحة بن محمد الشاهد : کان النقاش یکذب في الحدیث ، والغالب علیه القصص ، وقال البرقاني : کل حدیث النقاش منکر ، وقال أبو القاسم اللالکائي : تفسیر النقاش إشقاء الصدور ولیس بشفاء الصدور''

[محمد بن الحسن بن محمد الموصلی ثم البغدادی ابو بکر النقاش المقری المفسر کے بارے میں طلحہ بن زیاد الشاہد نے کہا کہ نقاش حدیث میں جھوٹ بھی بولا کرتا تھا ، اس کا غالب شغل قصہ گوئی تھا ۔ برکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ نقاش کی ہر حدیث منکر ہے ۔ ابو القاسم اللالکائی رحمہ اللہ نے کہا کہ نقاش کی تفسیر دلوں کی بدبختی کا باعث ہے نہ کہ ان کی شفا کا]

ثالثاً : حدیث مذکور کی دوسری سند میں ایک اور راوی ''محمد بن خلیل بلخی'' ہے ، جو حدیثیں خود بنایا کرتا تھا ۔ علامہ ذہبی ''میزان الاعتدال'' (۲/۳۸۵) میں فرماتے ہیں :

''محمد بن خلیل الذهلي البلخي ، قال ابن حبان : یضع الحدیث'' [8]

[محمد بن خلیل ذہلی بلخی کے بارے میں ابنِ حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ خود حدیثیں بنایا کرتا تھا]

رابعاً : حدیث مذکور صحیح حدیث کی مخالف ہے ۔ حدیث مذکور میں ہے : ''فإنه یورث النفاق'' یعنی فارسی بولی مورثِ نفاق ہوتی ہے اور صحیح بخاری میں سورۂ جمعہ کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیتِ کریمہ ﴿وَءَاخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا۟ بِهِمْ﴾ [الجمعة : ٣] نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو بھی اہلِ فارس میں سے کتنے لوگ اس کو ضرور پالیتے ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر فارسی بولی مورثِ نفاق ہوتی تو اہلِ فارس ایسی مدح کے مستحق نہ ہوتے ۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور یہ ہے :

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: کنا جلوسا عند النبی صلی الله علیه وسلم فأنزلت علیه سورة الجمعة: ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ قال: قلت: من هم یا رسول الله صلی الله علیه وسلم؟! فلم یراجعه حتی سأل ثلاثا، وفینا سلمان الفارسی، وضع رسول الله صلی الله علیه وسلم یده علیٰ سلمان، ثم قال: ((لو کان الإیمان عند الثریا لناله رجل أو رجال من هؤلاء)) وفی روایة أخری: ((لناله رجال من هؤلاء))[9]

[ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی (جس میں یہ آیت بھی تھی): ﴿وَاٰخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا: ''اگر ایمان ثریا (کہکشاں) کے پاس بھی ہوتا تو پھر بھی ان لوگوں (اہلِ فارس) کا کوئی آدمی یا کتنے لوگ اس کو ضرور پالیتے۔'' ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ان لوگوں (اہلِ فارس) میں سے کتنے لوگ اسے ضرور پالیتے]

خامساً: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک باب ہی اس لفظ سے منعقد فرمایا ہے:

''باب من تکلم بالفارسیة والرطانة، وقوله تعالی ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ وقال: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ﴾[10] اھ۔

اس کے بعد تین حدیثیں اس باب میں ذکر کی ہیں، جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض بعض اوقات دوسری دوسری زبانوں کے بعض بعض الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔[11]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (۳/۳۳ چھاپہ دہلی) میں اس مقام کی شرح میں فرماتے ہیں:

''أشار المصنف إلی ضعف ما ورد من الأحادیث الواردة فی کراهة الکلام بالفارسیة کحدیث: کلام أهل النار بالفارسیة، وکحدیث: من تکلم بالفارسیة زادت فی خبثه ونقصت من مروءته۔ أخرجه الحاکم فی مستدرکه، وسنده واه، وأخرج فیه أیضاً عن عمر رفعه: من أحسن العربیة فلا یتکلمن بالفارسیة، فإنه یورث النفاق۔ الحدیث، وسنده واه أیضاً''

[فارسی زبان میں کلام کرنے کی کراہت اور ناپسندیدگی کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کے ضعف کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے، جیسے یہ حدیث: ''جہنمیوں کا (آپس میں) کلام فارسی زبان میں ہوگا'' اور یہ حدیث: ''جو شخص فارسی میں کلام کرے گا تو یہ (فارسی کلام) اس کی خباثت میں اضافہ اور اس کی مروءت میں کمی واقع کر دے گی۔'' اس کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے، جبکہ اس کی سند سخت ضعیف ہے، انھوں نے اس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جس شخص کو اچھی عربی بولنی آتی ہو تو وہ فارسی میں کبھی کلام نہ کرے، کیونکہ یہ مورثِ نفاق ہے۔۔۔ الحدیث۔ اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے]

سادساً: حدیث مذکور کا مضمون صرف اس قدر ہے کہ جس کو اچھی عربی بولنی آتی ہو، اس کو فارسی یا اور کسی زبان میں بولنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ عربی کے سوا دوسری ساری بولیاں مورثِ نفاق ہوتی ہیں تو اگر بالفرض حدیث مذکور صالح احتجاج بھی ہو تو بھی اس سے اسی قدر ثابت ہوگا کہ جس کو اچھی عربی بولنی آتی ہو وہ دوسری کوئی بولی نہ بولے، نہ یہ کہ جو شخص عربی اصلاً بول ہی نہ سکتا ہو یا بول تو سکتا ہو، لیکن اچھی عربی نہ بول سکتا ہو، وہ بھی عربی کے سوا دوسری کوئی بولی نہ بولے اور ہر ذی عقل اتنا سمجھ سکتا ہے کہ اچھی عربی بولنے والے سے بھی اس حکم کی تعمیل جب ہی ہو سکتی ہے کہ اس کے مخاطبین، جن سے وہ عربی بولے، اس کی عربی بولی سمجھ بھی سکتے ہوں۔ ورنہ ان سے عربی بولنا محض عبث ہی نہیں، بلکہ سراسر بے عقلی ہے۔ ﴿ءَا۬عْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ﴾ [حم السجدة: ۴۴]

الغرض حدیث مذکور سے بفرضِ صحتِ احتجاج اسی قدر ثابت ہوگا کہ جب کوئی متکلم اچھی عربی بول سکتا ہو اور اس کے مخاطبین بھی اس کی عربی سمجھ سکتے ہوں تو اس کو عربی کے سوا اور کسی زبان میں بولنا ناجائز ہوگا، لیکن یہ امر متنازع فیہ نہیں ہے۔ متنازع فیہ امر یہ ہے کہ جب خطیب عربی بول ہی نہ سکتا ہو یا بول سکتا ہو، لیکن اچھی عربی نہ بول سکتا ہو یا اچھی عربی بھی بول سکتا ہو، لیکن اس کے سامعین اس کی عربی سمجھ نہ سکتے ہوں تو کیا ایسی حالت میں بھی اس کو عربی ہی میں خطبہ پڑھنا ضروری ہوگا اور دوسری کسی زبان میں جس کو سامعین سمجھ سکتے ہوں، خطبہ پڑھنا ممنوع اور ناجائز ہوگا؟ بس یہی امر متنازع فیہ ہے اور حدیث مذکور اس امر سے بالکل ساکت ہے۔

الحاصل حدیث مذکور سے (بفرض صلاحیتِ احتجاج) جس امر کی ممنوعیت اور ناجوازی ثابت ہوتی ہے، اس سے یہاں بحث نہیں ہے اور جس امر سے یہاں بحث ہے، حدیث مذکور سے اس کی ناجوازی ثابت نہیں ہوتی۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١١٠٧)

[2] نيل الأوطار (٣/٣٢٧)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٦٣)

[4] شرح صحيح مسلم (٦/١٦١)

[5] صحيح البخاري، رقم الحديث (٩١٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٨٩)

[6] سنن النسائی، رقم الحديث (١٥٧٥)

[7] اس حدیث کو امام حاکم نے ''المستدرک'' (٤/٨٧) میں بیان کیا ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: ''عمر بن ہارون کذبہ ابن معين، وتركه الجماعة'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وسنده واه'' (فتح الباري: ٦/١٨٤) نیز دیکھیں: اللآلئ المصنوعة (٢/٢٣٨) تنزيه الشريعة (٢/٣٥٧) الفوائد المجموعة (ص: ٢٢١) السلسلة الضعيفة، رقم الحديث (٥٢٣)

[8] اصل کتاب میں حدیث کی سند میں مذکور راوی کا نام ''أحمد بن الخليل'' ہے اور اس کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

[9] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٦١٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٤٦)

[10] صحيح البخاري (٣/١١١٧)

[11] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٩٠٥، ٢٩٠٦، ٢٩٠٧)

[12] زمانہ نبوت سے اب تک اسلامی طریقہ خطبہ عربی عبارت میں پڑھنا ہے، خواہ عجمی ملک میں ہو۔ اگرچہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ جمعہ کے منع ہونے کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٨٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٥٠)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٨٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٤٥)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٦٢)

[4] شرح صحيح مسلم (٦/١٥٠)

[5] نیل الأوطار (۳/۳۲۷)

هذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الصلاۃ، صفحہ:253

محدث فتویٰ